زرعی اصلاحات اور معاوضہ اراضی کی شرعی حیثیت

رفیع اللہ شہاب

اس میں شبہ نہیں کہ لائق مضمون نگار نے مقدور بھر محنت کرکے 'زمین کی ملکیت' کے مسئلے پر خامہ فرسائی کی ہے۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نتیجہ اخذ کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ علامہؒ شامی کی عبارت جو "خراجی زمین کی فقہی حیثیت" کے زیر عنوان نقل کی گئی ہے وہ مشکل سے مضمون کی تائید کرتی ہے۔ نیز مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا اقتباس واضح طور پر ان زمینوں کے متعلق ہے جنہیں چھوڑ کر ان کے مالک بھارت چلے گئے تھے۔ بنابریں اس مسئلہ کی وضاحت میں مزید تفحص و تمحیص کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے قارئین میں سے کوئی صاحب ذوق اس مسئلے کی مزید وضاحت کرنا چاہیں۔ ایسے علمی و تحقیقاتی مباحث کا 'فکرو نظر' کے صفحات میں خیر مقدم کیا جائے گا۔

(ادارہ)

پہلے قومی انتخابات کے موقع پر ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے جو منشور شائع کئے گئے تھے ان میں سے شاید ہی کوئی منشور ایسا ہو جس میں زرعی اصلاحات کا ذکر نہ ہو۔ ان اصلاحات کے سلسلے میں ان پارٹیوں کی جانب سے جو اہم ترین وعدہ کیا گیا تھا وہ زمین کی ملکیت کی ایک حد مقرر کرنے کے سلسلے میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت پاکستان نے جب

حالیہ زرعی اصلاحات کا اعلان کیا تو ملک کی غالب اکثریت اس کے لئے ذھنی طور پر تیار تھی۔ اس لئے کسی جانب سے کوئی قابل ذکر مخالفت نہیں کی گئی۔

تاھم شرعی نقطہ نظر سے ان اصلاحات پر ایک اھم اعتراض اٹھایا گیا ھے اور وہ یہ ھے کہ کسی زمین کو بلا معاوضہ لے لینا شریعت اسلامی کے اصولوں کے خلاف ھے۔ اس اعتراض کے مختلف جواب دیئے جا رھے ھیں۔ لیکن ایسا معلوم ھوتا ھے کہ ان جواب دینے والوں کے سامنے اس اھم مسئلہ کی فقہی حیثیت واضح نہیں ھے۔ جس کی وجہ سے ان مختلف جوابات کی بناء پر کچھ خلط مبحث ھو گیا ھے۔ اور یہ سادہ سی بحث خواہ مخواہ طویل ھوتی جا رھی ھے۔ آئندہ سطور میں اس الجھاؤ کو ختم کرنے کی ایک نا تمام سی کوشش کی گئی ھے۔

زمین کی مختلف اقسام

ھمارے فقہاء نے اسلامی ریاست میں اراضی کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا ھے ایک عشری اور دوسری خراجی۔ عشری سے عام طور پر ذاتی ملکیت کی زمینیں مراد لی جاتی ھیں اور خراجی کا اطلاق ان اراضی پر ھوتا ھے جو اسلامی ریاست کی ملکیت میں ھوتی ھیں۔ اسلامی قانون میں عشری سے مراد عام طور پر عرب کی زمینیں لی جاتی ھیں جب کہ موخر الذکر اصطلاح سے مراد مفتوحہ ممالک کی زمینیں لی جاتی ھیں۔ ھمارے ملک کی اراضی بھی مفتوحہ ممالک کے ذیل میں آتی ھے۔ اس لئے اس پر بھی خراجی اراضی کے احکامات کا اطلاق ھوتا ھے لیکن مذکورہ بالا بحث میں اس کے برعکس ان احکامات کو پیش کیا جا رھا ھے جو اراضی عرب کے بارے میں ھیں اس لئے کچھ خلط مبحث ھو گیا ھے۔ اس خلط مبحث سے بچنے کے لئے لازمی ھے کہ مفتوحہ ممالک کی اراضی کے بارے میں شرعی احکامات ذرا تفصیل سے سامنے لائے جائیں۔

خراجی اراضی

عراق کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یہاں کی اراضی کو صحابہ کرام کے مشورے سے اسلامی ریاست کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔ بہتر ہو گا کہ اس تاریخی فیصلے کو انہی کی زبانی سامنے لایا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے :-

” و قد غنمنا الله اموالهم و ارضهم و علوجهم فقسمت ما غنموا من اموال بین اهله و اخرجت الخمس فوجهته علی وجهه و انا فی توجیهه و قد رایت ان احبس الارضین بعلوجها و اضع علیهم فیها الخراج (۱) ۔

(ترجمہ) الله تعالی نے ان کے اموال ، اراضی اور کاشت کار ہمیں بطور غنیمت عطا کر دیئے ہیں۔ تو ان لوگوں کو غنیمت میں جو مال ہاتھ آیا تھا اسے میں نے مستحقین میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور پانچواں حصہ نکال کر اسے اس کے متعینہ مصارف میں صرف کر دیا ہے بلکہ ابھی تک اس کی تقسیم میں مصروف ہوں۔ میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ زمینوں کو مع کاشت کاروں کے سرکاری ملکیت قرار دے دوں اور اس کے کاشت کاروں پر خراج عائد کر دوں۔

چنانچہ یہ اراضی اسلامی ریاست کی ملکیت قرار دے دی گئیں۔ لیکن ان اراضی پر قابض کاشت کاروں کو ایسے حقوق حاصل تھے جو ملکیت کی حدود کو چھوتے تھے۔ ان حقوق کی فقہی تفصیل آگے آتی ہے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے بعض اوقات یہ غلط فہمی بھی پیدا ہوئی کہ یہ کاشت کار زمین کے اصل مالک ہیں لیکن حضرت عمرؓ اور بعد کے خلفائے راشدین نے عملی مثالوں کے ذریعے اس غلط فہمی کو دور کر دیا۔ چنانچہ آپ ہی کے زمانے میں جب ایک صحابی حضرت عتبہ بن فرقد نے اسی غلط فہمی کی بنا پر عراق میں ایک قطعہ زمین خرید لیا تو آپ فوراً اس کی طرف یوں متوجہ ہوئے :-

قال لعتبة بن فرقد حین اشتری ارضاً علی شاطی الفرات ممن اشتریتها ؟ قال من اهلها قال هولاء اهلها و اشار الی المهاجرین و الانصار (۲) ۔

(ترجمہ) حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے جب فرات کے کنارے زمین کا ایک ٹکڑا خریدا تو حضرت عمر نے آپ سے دریافت کیا کہ کس سے خریدا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس کے مالکوں سے۔ آپ نے مہاجرین اور انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے مالک تو یہاں بیٹھے ہیں۔

یعنی یہ زمین عامۃ المسلمین کی ہے لہذا اسلامی ریاست کی ملکیت ہے۔ پھر حضرت علی رض کے عہد میں جب زمین پر قابض کاشت کاروں کو بھی اسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہوئی تو آپ نے اتنے واضح الفاظ میں اسے دور کر دیا کہ پھر عثمانی خلافت کے خاتمے تک کسی قسم کی کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکی۔ زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ :-

اسلم دھقان علی عهد علی فقال له علی ان اقمت فی ارضک رفعنا عنک جزیة رأسک و اخذنا ها من ارضک و ان تحولت عنها فنحن احق بها (۳)

ترجمہ) حضرت علی رض کے عہد خلافت میں ایک زمیندار نے اسلام قبول کر لیا تو حضرت علی رض نے اس سے کہا کہ اگر تم اپنی زمین میں مقیم رہو گے تو ہم تمہارا جزیہ معاف کر دیں گے۔ لیکن تمہاری زمین سے خراج لیتے رہیں گے اور اگر تم اپنی زمین چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جاو گے تو ہم اس زمین کے زیادہ حقدار ہیں۔

آپ کا ایک دوسرا فیصلہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے :-

عن محمد بن عبید الله الثقفی ان دھقاناً اسلم فقام الی علی رض فقال له علی اما انت فلا جزیة علیک و اما ارضک فلنا (۴) ۔

(ترجمہ) محمد بن عبید اللہ الثقفی کہتے ہیں کہ ایک زمین دار نے اسلام قبول کر لیا اور وہ حضرت علی رض کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس سے کہا کہ اب تمہارے اوپر جزیہ تو واجب نہیں لیکن تمہاری زمین ہماری ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی ریاست نے، جو ان زمینوں کی مالک تھی ان پر کام کرنے والے کاشت کاروں کو ایسے قابضانہ حقوق دے رکھے تھے جو ملکیت سے ملتے جلتے تھے، جس کی وجہ سے بعض دفعہ ان کاشت کاروں کو یہ غلط فہمی بھی پیدا ہو جاتی کہ وہ اس کی خرید و فروخت کے بھی مجاز ہیں۔ لیکن جونہی کوئی ایسا معاملہ حکومت کے علم میں آتا اسے فوراً منسوخ کر دیا جاتا۔

خراجی زمین کی فقہی حیثیت

ان احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء اسلام نے مفتوحہ ممالک کی اراضی یعنی خراجی زمین کی جو قانونی حیثیت متعین کر دی تھی اس پر عثمانی خلافت کے خاتمے تک عمل ہوتا رہا جو مختصر الفاظ میں کچھ یوں ہے:-

قال فی رد المحتار ثم اعلم ان اراضی بیت المال المسماۃ باراضی المملکۃ و اراضی الحوز اذا کانت فی ابدی زراعها لا تنزع من ایدیهم ما داموا یودون ما علیها ولا تورث عنهم اذا ماتوا و لا یصح بیعهم لها و لکن جری الرسم فی الدولۃ العثمانیۃ ان من مات عن ابن انتقلت لابنه مجانا و الا فلبیت المال و لو له بنت (٥)

(ترجمہ) رد المحتار میں ہے کہ بیت المال کی اراضی جنہیں اراضی سرکار اور اراضی حوز بھی کہا جاتا ہے جب وہ کاشتکاروں کے قبضہ میں ہوں گی تو وہ جب تک اس کا خراج ادا کرتے رہیں ان سے چھینی نہیں جا سکتی۔ اور اگر وہ فوت ہو جائیں تو وہ زمین وراثت میں تقسیم نہ ہوگی اور نہ ہی اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ دولت عثمانیہ میں یہ عمل رواج پذیر تھا کہ جو کاشت کار نرینہ اولاد چھوڑ جاتا وہ زمین بلا قیمت اسے منتقل ہو جاتی لیکن اگر اس کی صرف بیٹی ہوتی تو وہ زمین بیت المال کو واپس ہو جاتی۔

اراضی پاکستان کی حیثیت

یہ ہے مفتوحہ علاقوں کی اراضی کی شرعی حیثیت اور اس میں اسلامی مملکت

کے وہ تمام علاقے شامل تھے جو مسلمانوں نے فتح کئے مثلاً عراق ، ایران ، مصر برصغیر ھند و پاکستان وغیرہ۔ ھمارا تعلق چونکہ برصغیر ھند و پاکستان کی اراضی سے ھے۔ اس لئے ھم اس سلسلے میں یہاں کے علماء کی تصریحات سامنے لانا بھی مناسب سمجھتے ھیں تاکہ اس مسئلے میں کسی قسم کا اشکال باقی نہ رھے۔ برصغیر میں سب سے پہلے سندھ کا علاقہ فتح ھوا تھا۔ اس وقت سندھ ایک بڑے وسیع علاقے کا نام تھا جو پنجاب ، بلوچستان اور گجرات کے بعض علاقوں تک پھیلا ھوا تھا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ تمام برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ھو گئی۔ ھمارے فقہاء نے مفتوحہ علاقوں کی اراضی کو بھی تین اقسام میں تقسیم کیا ھے۔ لیکن اس مضمون میں ھم تفصیلات میں جانے کی بجائے اپنے آپ کو صرف اس قسم تک محدود رکھیں گے جس کا نفس مضمون سے تعلق ھے۔ آئیے دیکھیں ھماری اراضی کس قسم کے تحت آتی ھیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ھیں :

باقی تمام اراضی مفتوحہ میں تیسری قسم کا اختیار فاتح سلطان نے نافذ کیا ۔ یعنی مالکان سابق کو ان کی ملکیت اراضی پر بدستور قائم رکھ کر زمینوں پر خراج مقرر کر دیا گیا ۔ مالکانہ تصرفات جائز و برقرار رکھے گئے یہی وہ معاملہ ھے جو حضرت فاروق اعظم رض نے عراق ، شام اور مصر کی اراضی کے ساتھ بمشورہ صحابہ اختیار فرمایا اور یہی صورت فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ممالک سندھ میں اختیار فرمائی تاریخ سندھ و ھند اس قسم کی تصریحات سے لبریز ھے کہ مالکان سابق کو ان کی اراضی پر بدستور قائم رکھا گیا (٦) ۔

شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ

اس شرعی فیصلے کی مزید وضاحت کے لئے ھم شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ رح کا ایک فتویٰ پیش کرتے ھیں ۔ یہ فتویٰ اس وقت جاری کیا گیا جب مغلیہ

سلطنت کمزور ہو چکی تھی اور مختلف علاقے اپنی خود مختاری کا اعلان کر رہے تھے ۔ جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ اب شاید اراضی کی شرعی حیثیت میں بھی تبدیلی واقع ہوگئی ہے ۔ فرماتے ہیں :۔

و حضرت جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ العزیز رسالہ در احکام اراضی ھند قلمی فرمودہ اند ۔ دران رسالہ این مذھب را بشواھد و دلائل بسیار ابطال فرمودہ تحقیق فرمودہ اند کہ اراضی ھند بدستور اراضی سواد عراق موقوف بر ملک عامۃ المسلمین بے تخصیص است ۔ یعنی در ملک بیت المال است و زمینداران را بیش از قیم بودن دخلے نیست و قاضی محمد اعلیٰ تھانوی نیز درین باب رسالہ نوشتہ و ھمین مسلک را ترجیح دادہ ۔ مگر بنا برآنچہ حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ در رسالہ خود اختیار فرمودہ اند کہ زمین ھندوستان در ابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ در عھد حضرت فاروق رض مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است ۔ و زمینداران را بیش از تولیت و داروغگی تردد و فراھم کردن مزارعین و اعانت و زراعت و حفظ دخلے نیست (۶) ۔

(ترجمہ) اور حضرت جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ نے ایک رسالہ اراضی ہند کے احکام کے بارے میں لکھا اور اس رسالے میں انہوں نے اس مذہب کو کہ ہندوستان کی اراضی زمینداروں کی ملکیت ہے بہت سے دلائل و شواہد سے باطل قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اراضی ہند آج بھی بدستور سابق اراضی عراق کی طرح عامۃ المسلمین کے لئے وقف ہیں یعنی بیت المال کی ملکیت ہیں کسی شخص و فرد کی ملکیت نہیں اور نہ ہی زمینداروں کی ملکیت اور نہ زمینداروں کو چودھری اور نگران ہونے سے زیادہ کوئی دخل ہے ۔

اور قاضی محمد اعلیٰ تھانوی نے بھی اس بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور انہوں نے اس میں شیخ جلال ہی کے مسلک کو ترجیح دی ہے ۔ شاید

اس مسلک کی بنیاد پر کہ حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ نے اپنے رسالے میں اختیار فرمایا ہے کہ برصغیر کی اراضی ابتداء فتح میں عراق جو حضرت فاروق اعظم رض کے عہد میں فتح ہوا تھا ، کی طرح بیت المال کی ملکیت پر ہی قائم ہے۔ اور زمینداروں کو اس کے سوا کہ وہ متولی و داروغہ ہیں اور کاشتکاروں کو تلاش کرکے زمین دینے اور زراعت میں اعانت بہم پہنچانے اور اس ذمہ‌داری کے غور و فکر میں رہنے کے علاوہ اور کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ان کی ملکیت کا کوئی دخل ہے۔

انگریزوں کا بندوبست دوامی

برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت پر زوال تک انہی شرعی احکام پر عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے سنہ ۱۷۹۳ء میں برٹش پارلیمنٹ کے ایک قانون کے مطابق اس نظام کو بدل کر متولی زمینداروں کو حقوق ملکیت بخش دیئے اور غریب کاشت کاروں کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ لیکن آخر کار ایک وقت آیا کہ انگریزوں کو بھی یہاں سے کوچ کرنا پڑا اور سنہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ اب پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اراضی پاکستان کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ علماء نے اس پر لمبی چوڑی بحثیں کیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب "اسلام کا نظام اراضی" جس کا حوالہ ہم پہلے بھی دے چکے ہیں، میں ان تفصیلات کو کافی شرح و بسط سے نقل کیا ہے۔ اور پھر جس نتیجے پر پہنچے ہیں اسے خود انہی کی زبانی سنئے:-

"سابقہ تفصیل میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی اراضی شرعاً اراضی بیت المال کے حکم میں ہیں جس کا ضابطہ شرعی یہ ہے کہ حکومت پاکستان ان کی متولی ہے وہ ان زمینوں کو باشندگان ملک میں حسب صوابدید تقسیم بھی کر سکتی ہے اور ان کی ضروریات کے لئے

ں میں مساجد مدارس رفاھی ادارے خود بھی بنا سکتی ھے دوسرے مسلمانوں
کو بنانے کے لئے بھی دے سکتی ھے (۸)

یعنی یہ اصول تسلیم کر لیا گیا کہ قیام پاکستان کے بعد یہاں کی اراضی
ں اصلی شرعی حیثیت لوٹ آئی ھے۔ جیسا کہ صلیبی جنگوں کے خاتمے کے بعد
سلمانوں کے علاقوں کو دوبارہ آزاد کرانے کے بعد ہوا تھا۔ کہ یہ اراضی
ت المال یعنی اسلامی ریاست کی ملکیت ھیں۔

اب جب کہ اسلامی قانون کی ان تصریحات کے مطابق حکومت پاکستان
یہاں کی تمام اراضی کی اصل مالک ھے اور جو لوگ اس پر کام کرتے ھیں
نھیں ایک قسم کے قابضانہ حقوق حاصل ھیں لیکن تمام اراضی یہاں کے
امة المسلمین کے لئے وقف ھے، تو حکومت اس کا ھر ایسا انتظام کر سکتی ھے،
جو عامة المسلمین کے مفاد کے مطابق ھو۔ وہ موجودہ قابض کاشت کاروں اور
زمین داروں کے لئے اراضی کی ایک حد مقرر کر کے بقیہ اراضی کو دوسرے بے زمین
کاشت کاروں میں انھی اصولوں کے مطابق تقسیم کر سکتی ھے، جن کے مطابق
تمام اسلامی حکومتوں میں، عثمانی خلافت کے خاتمے یعنی سنہ ۱۹۲۴ء تک
تقسیم ھوتی رھی ھیں۔ ان اصولوں کے تحت نہ کسی پرانے قابض کاشت کار
کو جس کی زمین اسلامی ریاست واپس لے لیتی تھی، کوئی معاوضہ دیا جاتا
تھا اور نہ ھی کسی نئے کاشت کار سے جسے وہ زمین دی جاتی تھی، کوئی
قیمت وصول کی جاتی تھی۔

چنانچہ حالیہ زرعی اصلاحات میں جو یہ فیصلہ کیا گیا ھے کہ زمین داروں
سے ایک خاص حد سے زیادہ زمین بلا معاوضہ لیکر بے زمین کاشت کاروں میں مفت
تقسیم کر دی جائے گی وہ اسلامی قانون کی مذکورہ بالا تفصیلات کے عین مطابق
ھے اور حکومت کو شرعاً ایسا کرنے کا حق حاصل ھے۔ اس موضوع پر مزید

تفصیلات راقم کی کتاب " اسلام کا معاشیاتی نظام " میں ملیں گی جو ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی جانب سے شائع کی جا رہی ہے۔

حواشی

۱) کتاب الخراج - از امام ابو یوسف مطبوعہ مصر ص ۲۵

۲) کتاب الاموال لابی عبید - مطبوعہ مصر ص ۱۸۳

۳) کتاب الاموال لابی عبید مطبوعہ مصر ص ۴۸

۴) ایضاً

۵) رد المحتار شرح در المختار لابن عابدین شامی مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۲۶۴

۶) اسلام کا نظام اراضی از مفتی محمد شفیع صاحب مطبوعہ کراچی ص ۹۶

۷) فتاوی عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی جلد ۱ ص ۴۳

۸) ایضاً ص ۱۴۹